علمائے اودھ کی کلامی خدمات

ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی، استاد شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ہندوستان کے تقریباً سبھی علاقوں کو کم و بیش یہ شرف حاصل رہا ہے کہ وہاں کسی نہ کسی دور میں علماء و فضلاء اور ارباب کمال موجود رہے ہیں تاہم یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ صوبہ اودھ کے علاقے کو عموماً اور دارالسلطنت لکھنؤ اور اس کے مضافات کو خصوصاً ان تمام پر کسی نہ کسی جہت سے فوقیت حاصل رہی ہے اس لئے کہ یہاں دس دس پندرہ پندرہ میل کے فاصلے پر امراء و شرفاء کی بستیاں تھیں جہاں بڑے بڑے علماء و فضلاء مصروف درس و افادہ رہتے تھے۔ حکومت اودھ کا تقریباً ایک سو پینتیس سال پر محیط (نواب سعادت خاں برہان الملک ۱۷۲۱ء۔ ۱۷۳۹ء تا نواب واجد علی شاہ اختر ۱۸۴۷ء ۔ ۱۸۵۶ء) زمانہ علمی و ادبی سرگرمیوں کے لئے مشہور رہا ہے۔

اس سے پیشتر کہ علم کلام و عقائد میں اودھ کے علماء و ارباب کمال کی خدمات اور اس علم سے متعلق منازل کا جائزہ لیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی غرض و غایت اور نشو و نما وغیرہ کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے۔

فکر اسلامی میں علم کلام کا آغاز ثقافتی ارتقا کے عام قوانین کا فطری تقاضا

تھا۔ ہر مذہب کے واسطے یہ لازمی امر ہے کہ وہ اپنی تعلیمات کو عقل و فہم کی کسوٹی پر کس کر اہلِ دنیا کے سامنے پیش کرے۔ یہ چیز اس وقت مزید اہم بلکہ ناگزیر ہو جاتی ہے جب اشاعتِ دین، ملکی توسیع اور مذہبی تبلیغ کے سلسلے میں اُس کو ان اقوام و ملل سے سابقہ پڑتا ہے جو اپنے عقائد کے لحاظ سے فکری طور پر اس مذہب سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں عقلی دلائل کا سہارا لے کر اسے اپنے عقائد اور تعلیمات کی صحت و معقولیت ثابت کرنا پڑتی ہے اور عقل کی بنیادوں پر اُن متصادم خیالات و افکار کے شبہات و اعتراضات کا ازالہ کرنا پڑتا ہے۔

اسلام جب اپنی ہمہ گیری اور آفاقیت کی بنا پر جزیرۃ العرب سے نکل کر غیر قوموں اور مختلف ذہنی افکار کے لوگوں کے درمیان پھیلنا شروع ہوا تو اسے بھی علم کلام کا سہارا لینا پڑا چنانچہ "المواقف" میں علم کلام کی یہ حقیقت بتائی گئی ہے کہ:

الکلامُ علم یقتدر معہ اثبات العقائد الدینیۃ بایراد الحجج ودفع الشبہ[1]۔

علم کلام وہ علم ہے جس کے ذریعہ دینی و مذہبی عقائد کے ثابت کرنے پر اس طرح قدرت حاصل ہوتی ہے کہ اُن کے ثبوت میں حجتیں لائی جائیں اور اُن پر جو شبہات وارد ہوں ان کو دور کیا جائے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کلامی فکر کے قدیم نمائندے معتزلہ تھے، اس کا بڑا علم بردار واصل بن عطا (۱۳۱ھ/۷۴۸ء)، اپنے دور کا مشہور مناظر و خطیب اور کثیر التصانیف مصنف

[1] المواقف۔ الموقف الاول۔ المرصد الاول۔ المقصد الاول ۱ : ۲۳۔

تمہید

جیسے جیسے اسلام جزیرۂ نما عرب سے باہر نکلنا شروع ہوا، عجمیوں کا میل جول بڑھا یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہونا شروع ہوا اور اس کا اثر بڑھنے لگا تو اُن کے اصولی نظریات کے رد اور تنقید میں علم کلام کے ماہرین نے کتابیں لکھنا شروع کیں۔

مسعودی نے "مروج الذہب" میں لکھا ہے:

وكان المهدى اول من امر الجدليين من أهل البحث من المتكلمين بتصنيف الكتب فى الرّد على الملحدين ممن ذكرنا من الجاحدين وغيرهم وأقاموا البراهين على المعاندين وأزالوا شبه الملحدين فاوضحوا الحق للشاكين[۲]	خلیفہ مہدی نے سب سے پہلے متکلمین کے طبقہ میں سے ملاحدہ اور دوسرے مخالفین کی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تردید میں کتابیں لکھنے کا حکم دیا۔ انھوں نے مخالفین کے مقابلہ میں دلیلیں قائم کیں اور ملاحدہ کے شبہات کا ازالہ کیا نیز متشککین کے لئے حق کو واضح کیا۔

مسلمانوں نے مخالفین کے مذہب و موقف کو باطل کرنے اور اُن کا مُسکت جواب دینے کے لئے اُن ہی کے اصولوں پر یونانی فلسفہ کا بڑا عمیق مطالعہ کیا۔ علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) نے لکھا ہے:

۱۔ ابن الندیم نے "کتاب الفہرست" کے تکملہ میں اُس کی متعدد تصانیف مثلاً "کتاب فی الدعوة" "کتاب السبیل الی معرفة الحق، کتاب الخطب فی التوحید والعدل" اور "کتاب طبقات اہل العلم والجہل" وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ مروج الذہب۔ ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی۔ مصر، مطبعة البہیة المصریة ۱۳۴۶ھ) ۲: ۵۱۵۔

ثم لما نقلت الفلسفة عن اليونانية الى العربية وخاض فيها الاسلاميون وحاولوا الرد على الفلاسفة فيما خالفوا فيه الشريعة، فخلطوا بالكلام كثيراً من الفلسفة ليحققوا مقاصدها فيتمكنوا من ابطالها[1]

پھر جب فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا اور مسلمانوں نے اس میں غور و خوض کیا اور جن امور میں فلاسفہ نے شریعت کی مخالفت کی تھی اُن کی تردید کا ارادہ کیا تو انھوں نے کلام میں فلسفہ کے بہت سے مسائل ملا دیئے تاکہ ان کے مقاصد کی تحقیق کر سکیں اور اس طرح ان کے باطل کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے۔

علم کلام کے ماہرین میں امام ابو الحسن اشعری اور ان سے بھی زیادہ اُن کے دو معاصرین امام ابو منصور ماتریدی (۳۳۳ھ/۹۴۵ء) اور امام ابو جعفر طحاوی (۳۲۱ھ/۹۳۳ء) کو ہندوستان میں شہرت ملی۔

ہندوستان میں اس علم کی ارتقائی منازل طے کرنے کے سلسلہ میں ایک مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔ یہاں ۱۵ھ/۶۳۶ء میں پہلی مرتبہ مسلمان فاتحانہ طور پر آئے اور ۹۳ھ/۷۱۲ء میں جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر لیا تو ملک کا یہ حصہ قلمرو خلافت کا ایک حصہ بن گیا۔ امویوں کے بعد جب عباسی خلفاء برسر اقتدار آئے تو سندھ عباسی خلافت کا مشرقی صوبہ بن گیا۔ مستقر خلافت سے یہاں گورنر بھیجا جاتا تھا مگر یہاں نزاری اور یمنی قبائل کی آویزش سے کوئی گورنر کامیاب نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ۲۴۰ھ/۸۵۴ء میں خلیفہ المتوکل علی اللہ نے ایک مقامی حوصلہ مند شخص عمر بن عبد العزیز الہباری کو یہاں کا نیم خود مختار حاکم تسلیم کر لیا اور اس طرح یہاں باقاعدہ مقامی ہندوستانی مسلم حکومت

۱۔ شرح العقائد النسفیہ۔ سعد الدین تفتازانی (لکھنؤ۔ مطبع یوسفی) : ۹-۶۔

عربوں نے سیاسی اقتدار کی توسیع کے ساتھ اسلامی، ثقافتی اور علمی روایات کو بھی اس ملک میں متعارف کرایا چنانچہ اس خاندان کے دوسرے حکمران عبداللہ بن عمر (تقریباً ۲۷۰ھ/۸۸۳ء) کے زمانہ میں اسلامی تعلیمات پر سب سے پہلی کتاب سندھی زبان میں لکھی گئی جسے عبداللہ بن عمر نے اروڑ کے راجہ مہروک بن رائق کی فرمائش پر ایک عراقی عالم سے لکھوایا تھا۔

ہباریوں کے بعد سندھ پر قرامطہ کا قبضہ ہوگیا۔ محمود غزنوی نے ۴۱۷ھ/۱۰۲۶ء کے قریب اسے ان سے چھینا۔ غزنویوں کے بعد غوری خاندان کی حکومت اس ملک میں قائم ہوئی۔ ان کے زمانے میں امام فخرالدین رازی ہندوستان آئے تھے چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے دینی عقائد بہت صاف ستھرے تھے اور ملاحدہ کو علانیہ اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا اس لئے کلامی سرگرمیاں بمنزلہ صفر رہیں۔ غوریوں کا جانشین مملوک خاندان ہوا۔ اس زمانہ میں بھی سابقہ کیفیت برقرار رہی۔ درس میں ضرور علم کلام پڑھایا جاتا ہوگا لیکن ابوشکور سلمی کی کتاب "التمہید" کے علاوہ کسی اور کتاب کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز (۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) نے اپنے استاد سے اس کتاب کا درس لیا تھا۔

تغلق عہد حکومت میں فیروز تغلق نے مولانا نجم الدین سمرقندی کو مدرسہ فیروز شاہی میں صدر مدرس کے عہدہ پر مامور کیا۔ مولانا موصوف نے اپنے ہم وطن شمس الدین سمرقندی کی "الصحائف فی الکلام" یا اس کی شرح داخل کی۔ اس کے بعد یہ کتاب نویں صدی ہجری کے اختتام تک علمی درسگاہوں میں کلام کی آخری کتاب سمجھی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مولانا عبداللہ تلنبی اور شیخ عزیزاللہ ملتانی نے شمالی ہندوستان میں آکر معقولات کو مزید رواج دیا۔ البتہ اس اجمال کی تفصیل نہیں ملتی کہ انھوں نے کلام میں کون کون سی کتابیں یہاں داخل کیں۔

کچھ عرصہ بعد جب تیموری سلاطین نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تو مغل حکمرانوں کے ساتھ ان کے وطن توران کے علماء کی ایک بڑی تعداد بھی ہندوستان آگئی اور چونکہ وہاں معقولات کا رواج بڑھ چکا تھا اس لئے یہاں بھی تعلیمی نصاب میں معقولات اور علم کلام کا رواج ہوا۔ چنانچہ سلطان ابراہیم لودھی کے متعلق صاحب "ہفت اقلیم" نے لکھا ہے کہ دوسری کتابوں کے علاوہ انھیں "شرح المواقف" کے پڑھانے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔[1] ویسے مغربی ہندوستان میں "شرح المواقف" کے پڑھنے پڑھانے کا رواج ہو چکا تھا لیکن معقولات اور علم کلام کا رواج دسویں صدی ہجری کے آخر میں اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گیا۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی (۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) کی صراحت کے مطابق امیر فتح اللہ شیرازی نے علمائے ولایت کی کتب معقولات لاکر درس میں داخل کرائیں۔ نیز ہندوستان میں محقق دوانی کے شاگردوں کی آمد سے معقولات کی دوسری شاخوں کے علاوہ علم کلام کو بھی فروغ ہوا چنانچہ ملا علاء الدین لاری نے "شرح العقائد" پر حاشیہ لکھا مگر جب یہ حاشیہ میاں حاتم سنبھلی کے پاس پہنچا تو انھوں نے اس پر اتنی سخت تنقید کی کہ علاء الدین لاری کو ان کا جواب دیتے نہ بن پڑا۔ اسی زمانہ میں "شرح العقائد" پر دوسرا حاشیہ غالی خاں بدخشی نے لکھا جس کے اقتباسات اس صدی کے نصف اول تک معلمین و متعلمین کے حلقوں میں وجہِ افتخار سمجھے جاتے تھے مگر ہندوستان میں معقولات اور علم کلام کی ترقی کو سب سے زیادہ محقق دوانی کے تلامذہ کے تلامذہ سے ملی۔ محقق دوانی کے شاگرد رشید خواجہ جمال الدین محمود کے دو شاگرد خصوصیت سے مشہور ہیں مرزا جان شیرازی کے سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اور

۱۔ ہفت اقلیم۔ احمد امین رازی (ایران۔ شرکت سہامی چاپ و انتشارات) ۲: ۱۴۲۔

اُن کے متوسلین میں ایک اہم سلسلہ امیر فتح اللہ شیرازی جن کے سلسلہ میں
علمائے اودھ یعنی علمائے فرنگی محل اور خیر آبادی خاندان منسوب ہوتے ہیں۔

مولانا جلال شیرازی کے شاگرد ملا یوسف کوسج، ان کے شاگرد ملا فاضل بدخشی، ان کے شاگرد میر زاہد ہروی تھا۔ ان کے شاگرد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی تھے۔
حضرت شاہ عبدالرحیم نے اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ ابوالرضا محمد سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی تھی۔ کون کون سی دوسری کتابیں پڑھی تھیں، ان کا پتہ نہیں چلتا۔
البتہ علم کلام کی کتب کا پتہ چلتا ہے۔ "شرح العقائد" پر خیالی کا حاشیہ اور اس کی تدریس کے زمانے میں دونوں بھائیوں میں کچھ شکر رنجی بھی پیدا ہوگئی تھی آخر میں حضرت شاہ عبدالرحیم کے والد انھیں میر زاہد ہروی کے پاس لے گئے اور ان ہی سے فاتحۃ الفراغ پڑھا۔ اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب شاہ عبدالرحیم ان سے یہ کتاب پڑھتے تھے تو میر زاہد نے اسی زمانہ میں "میر زاہد شرح المواقف" کا ابتدائی خاکہ تیار کیا تھا۔

معقولات کی ترقی میں زیادہ حصہ اس سلسلہ کا ہے جس کی ابتدا امیر فتح اللہ شیرازی نے کی، اُن کے شاگرد ملا عبدالسلام لاہوری، اُن کے شاگرد ملا عبدالسلام دیوی دہلوی، اُن کے شاگرد ملا عبدالحلیم سہالوی، اُن کے شاگرد ملا قطب الدین شہید اور ان کے شاگرد ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی تھے۔ موخر الذکر نے اپنے والد بزرگوار سے صرف متوسطات تک پڑھ کر جن دوسرے علمائے وقت سے استفادہ کیا اُن میں ملا قطب جانسی، حافظ امان اللہ بنارسی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ فاتحۂ فراغ انھوں نے مولانا غلام نقشبند لکھنوی سے پڑھا۔ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد رشید ان کے بیٹے ملا عبدالعلی بحر العلوم اور دوسرے شاگرد رشید ملا کمال الدین سہالوی ہیں جو خیر آبادی خاندان کے مورث اعلیٰ ہیں۔

علمائے اودھ کی کلامی خدمات کی تفصیل سے قبل امور فن کی ان کتابوں کا بھی

تو شروع دینا مستحسن ہوگا جو اس وقت نصاب درس میں شامل تھیں یا جنہوں نے ہندوستانی علماء کی کلامی سرگرمیوں پر اپنا اثر ڈالا۔ اس کے بعد علمائے اودھ کے چند شاہکاروں کی فہرست مع مخطوط و مطبوعہ کی صراحت کے بعد ملا کمال الدین سہالوی (۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء) اور ملا محمد مبین فرنگی محلی (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) کے مختصر سوانح اور علم کلام و عقائد سے متعلق ان کی ایک ایک کاوش کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ ان علماء کے طرز عام کا ایک مکمل اندازہ ہو سکے۔

۱۔ العقائد النسفیہ۔ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی (۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء)
۲۔ العقائد العضدیہ۔ قاضی عضد الدین عبد الرحمن الایجی (۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء)
اول الذکر پر سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی (۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) 12 ھ
ثانی الذکر پر جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی (۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء) نے شروح لکھیں۔
محقق طوسی نے "تجرید العقائد" مرتب کی جس پر متعدد درج ذیل شروح لکھی گئیں۔

۱۔ شرح تجرید العقائد۔ جمال الدین حسن بن مطہر الحلی (۷۲۶ھ/۱۳۲۶ء) یہ شرح آج بھی ہندوستانی شیعی مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔
۲۔ شرح التجرید۔ شمس الدین محمود بن عبد الرحمن الاصفہانی (۷۴۶ھ/۱۳۴۵ء) یہ شرح "الشرح القدیم" کے نام سے مشہور ہوئی۔
۳۔ "شرح التجرید" مولانا علاء الدین علی القوشجی (۸۷۹ھ/۱۴۷۴ء) یہ شرح "الشرح الجدید" کے نام سے موسوم ہے۔

"الشرح القدیم" پر میر سید شریف الجرجانی (۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) نے حاشیہ لکھا جو "حاشیہ التجرید" کے نام سے مشہور ہوا۔ "الشرح الجدید" للقوشجی کے حواشی میں جلال الدین محقق دوانی (۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء) اور امیر صدر الدین شیرازی (۹۰۳ھ/۱۴۹۸ء) کے

حواشی قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں محقق دوانی کے پہلے دو حاشیے "القدیمہ" اور "الجدیدہ" ہندوستان میں مشہور رہے۔

قاضی عضد الدین الایجی (۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء) نے جن کے متعلق لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی نے کہا ہے:

دِگر شہنشہِ دانش عضد کہ در بنیش
بنائے کارِ مواقف بنام شاہ نہاد

انھوں نے آٹھویں صدی کے نصفِ اول میں علم کلام میں دو قابل قدر شاہکار تصنیف کیے۔

۱۔ المواقف: اس پر میر سید شریف الجرجانی (۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) نے شرح لکھی۔ "شرح المواقف" پر اردو کی علماء کی شروح کا بیان آگے آئے گا۔ "المواقف" پر غالباً علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے حاشیہ لکھا۔

۲۔ العقائد العضدیہ: اس پر بھی بہت سے علماء نے شروح و حواشی لکھے مگر جلال الدین محقق دوانی (۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء) کی شرح کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہندوستانی عربی مدارس میں یہ شرح زیرِ درس رہی ہے۔

آٹھویں صدی کے نصف دوم میں علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) نے علم کلام میں دو قابلِ ذکر تصنیفات کیں۔

۱۔ "المقاصد" اور اس کی شرح "شرح المقاصد"۔

۲۔ "شرح العقائد النسفیہ" بعض اردو علماء نے اس کے شروح و حواشی لکھے۔

ذیل میں ان اردو علماء کی کلامی سرگرمیوں کے ضمن میں ان کے شاہکاروں کی ایک مکمل فہرست درج ہے۔

١۔	الحاشیہ علی الحمدیۃ والحبیبیہ	سید قطب بن محمد [illegible] (۔۔۔/۱۷۳۹ء) نزہۃ الخواطر ۶: ۲۲۹
۲۔	الحاشیہ علی الشرح العضدیہ	ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) نزہۃ الخواطر ۶: ۳۸۵
۳۔	شرح الرسالۃ المبارزیہ فی العقائد الاسلامیۃ	ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کتب خانہ آصفیہ۔ کاکوری شریف
۴۔	الحاشیۃ النظامیہ علی الحاشیۃ القدیمۃ الجلالیہ علی شرح التجرید	ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) مطبوعہ۔
۵۔	الحاشیۃ علی الشرح العضدیہ	شیخ برکت بن عبد الرحمن الہ آبادی الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند: ۲۳۶
۶۔	الحاشیۃ علی الشرح العضدیہ	سید باقر بن مصطفیٰ جائسی الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند: ۲۳۵
۷۔	الحاشیۃ علی میر زاہد الامور العامۃ	قاضی مبارک گوپاموی (۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء) مسلم یونیورسٹی لائبریری کلکشن ۲۴/۱۱۲ عربیہ
۸۔	الحاشیۃ علی شرح المواقف	قاضی مبارک گوپاموی (۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء) سبحان اللہ کلکشن علی گڑھ ۲۹۷ ۴۲
۹۔	الحاشیۃ علی شرح العقائد العضدیہ للدوانی	ملا کمال الدین سہالوی (۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء) ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۰۸
۱۰۔	الحاشیۃ علی شرح العقائد الجلالیہ	ملا کمال الدین سہالوی (۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء) مطبوعہ
۱۱۔	الحاشیۃ علی شرح المواقف	احمد عبد الحق لکھنوی (۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) نزہۃ الخواطر ۶: ۲۸

۱۲۔	الحاشیۃ علی حاشیۃ شرح المواقف لمیر زاہد	ملا محمد حسن لکھنوی (۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء) ندوۃ العلماء ۸۰۳
۱۳۔	الحاشیۃ علی حاشیۃ شرح المواقف لمیر زاہد ہروی	احمد علی سندیلوی (۱۲۰۰ھ/۱۷۹۸ء) الثقافۃ: ۲۳۷
۱۴۔	الحاشیۃ علی شرح العقائد النسفیۃ	شیخ ابو الخیر بن ثناء اللہ جونپوری (۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء) الثقافۃ: ۲۳۶
۱۵۔	الحاشیۃ علی شرح العقائد النسفیۃ	شیخ ابو الخیر بن ثناء اللہ جونپوری (۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء) الثقافۃ: ۲۳۶
۱۶۔	الحاشیۃ علی الحاشیۃ الزاہدیۃ علی شرح المواقف	ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) سبحان اللہ کلکشن علی گڑھ ۲۹۷.۰۳/۲۷
۱۷۔	الحاشیۃ علی حاشیۃ شرح المواقف	ملا محمد مبین فرنگی محلی (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) سبحان اللہ کلکشن علی گڑھ ۲۹۷.۰۴/۱۰
۱۸۔	عماد الاسلام	سید دلدار علی نصیر آبادی (۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء) مطبوعہ
۱۹۔	الرسالۃ فی بحث امکان مثل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم	حسن علی ہاشمی لکھنوی (۱۲۵۵ھ/۱۸۴۱ء) ندوۃ العلماء ۸۵۲
۲۰۔	الرسالۃ فی اجوبۃ المسائل الخمسۃ	حسن علی ہاشمی لکھنوی (۱۲۵۵ھ/۱۸۴۱ء) حبیب گنج علی گڑھ ۲۳/۴۷
۲۱۔	الرسالۃ فی معنی لا الٰہ الا اللہ	عبد الرحمن بن محب اللہ لکھنوی (۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء) ندوہ: ۸۵۹
۲۲۔	الشہاب الثاقب	احمد بن حسن القنوجی (۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) ندوہ: ۹۶۵

۲۳۔ الحاشیۃ علی الحاشیۃ الکمالیۃ علی شرح العقائد الجلالیہ — ولی اللہ بن حبیب اللہ فرنگی محلی (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء) سبحان اللہ کنگی فرنگی محل صفحہ ۹۴

۲۴۔ علی العقائد، الحاشیۃ علی شرح العقائد — عبدالحلیم فرنگی محلی (م ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) الثقافۃ : ۲۳۶

۲۵۔ الحاشیۃ علی العروۃ الوثقیٰ — عبدالحکیم بن عبدالرب لکھنوی (م ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء) الثقافۃ : ۲۳۶

مندرجہ بالا فہرست سے علمائے اودھ کی کاوشات کا ایک مجمل خاکہ سامنے آجاتا ہے۔ ذیل میں ملا کمال الدین سہالوی اور ملا مبین فرنگی محلی کے مختصر سوانح کے ساتھ ان کی کلامی خدمات کا ایک نمونہ پیش ہے :

ملا کمال الدین سہالوی :

ملا کمال الدین بن محمد دولت بن محمد یعقوب انصاری سہالوی فتحپوری ۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۲-۹۳ء میں فتحپور ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ قطب الدین سہالوی کے بنی اعمام میں سے تھے۔ متوسطات تک تعلیم وطن میں حاصل کی اور چند درسی کتابیں سید کمال الدین عظیم آبادی سے پڑھنے کے بعد عربی کتب درسیات کی تکمیل ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی سے کی۔

ملا نظام الدین سہالوی کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہے یہاں تک کہ علم و فضل میں اپنے معاصرین سے آگے بڑھ گئے۔ علم کلام اور منطق میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

۱۴ر محرم الحرام ۱۱۷۵ھ/ ۱۷۶۱ء کو وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں العروۃ الوثقیٰ، شرح الکبریت الاحمر اور الحاشیۃ علی ...

مشہور ہیں۔[1] "العروۃ الوثقیٰ" ایسی کتاب ہے کہ "ہفت تماشا" کے مؤلف رقم طراز ہیں:

کتابے موسوم بہ عروۃ الوثقیٰ نوشتہ کہ تمام ہمہ دریافت غوامض و حل دقائق آں عاجز اند۔[2]	(انھوں نے) ایک کتاب "العروۃ الوثقیٰ" لکھی ہے جس کی باریکیوں کے سمجھنے اور جس کے دقیق مطالب حل کرنے سے بڑے بڑے علماء عاجز و حیران ہیں۔

ملا کمال الدین کے بے شمار شاگرد اودھ و بیرونِ اودھ میں پھیلے۔ چند نام درج ذیل ہیں:

مولوی حمد اللہ سندیلوی، قاضی محمد نور الحق فتحپوری (ملا صاحب کے چچازاد بھائی)، محمد اعظم سندیلوی، ملا برکت اللہ الٰہ آبادی، ملا محمد حسن فرنگی محلی، ملا محمد ولی فرنگی محلی، مولوی احمد اللہ خیر آبادی اور محمد احسن چریاکوٹی وغیرہ۔

"اغصان الانساب" کے مؤلف لکھتے ہیں:

از مولانا موصوف تا ایں زماں ہر کس کہ مدرس است خواہ فاضل از شاگردی جناب موصوف بہ یک واسطہ خواہ بہ سہ واسطہ و چہار واسطہ از تلمذ آں عالی جناب	مولانا کمال الدین کے بعد سے اس وقت تک جو بھی صاحب درس ہے یا عالم و فاضل ہے، ناممکن ہے کہ ایک یا دو یا تین یا چار واسطوں سے ملا کمال الدین کے

۱۔ نزہۃ الخواطر ۶: ۲۴۳؛ تذکرہ علمائے ہند: ۱۷۲-۱۷۳۔

۲۔ ہفت تماشا۔ مرزا قتیل۔ لکھنؤ نول کشور ۱۸۵۷: ۱۴۵

ممکن نیست کہ بیرون آید، ودتمام	دائرۂ تلمذ میں مذکا تا ہو۔ پورے
ملک ہندوستان ہر کسے کہ	ملک ہندوستان میں جو بھی
صاحب علم بود و ہست وخواہد	صاحب علم تھا یا ہے یا ہوگا
بود ہمہ را نسبت تلمذ با واسطہا	سب کو بالواسطہ ملا کمال الدین
بہ آں جناب ہست وخواہد شد[1]	سہالوی سے تلمذ ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔

قاضی عضد الدین عبد الرحمٰن الایجی (۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء) نے "العقائد العضدیہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس کی شرح جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی (۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء) نے لکھی۔ اس پر بہت سے علماء نے شروح وحواشی لکھے مگر مقبولیت علامہ محقق دوانی (۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء) کی شرح کو ہی حاصل ہوئی۔ اسی بنا پر ہندوستانی مدارس عربیہ میں یہ شرح نصاب درس میں شامل رہی۔

"شرح العقائد الجلالیہ" پر بہت سے اور بھی علماء نے بھی شروح وحواشی لکھے۔ ملا کمال الدین سہالوی نے بھی اس پر "الحاشیۃ الکمالیۃ" کے نام سے حاشیہ لکھا جس کا ایک اجمالی تعارف درج ہے:

راقم سطور کی نظر سے اس کے تین نسخے گزرے ہیں۔ اول الذکر نسخہ حبیب گنج کلکشن علی گڑھ ۲۳/۱۲۳ میں محفوظ ہے اس میں باون ۵۲ اوراق ہیں ہر صفحہ میں انیس ۱۹ سطریں ہیں۔

ثانی الذکر نسخہ سبحان اللہ کلکشن علی گڑھ ۲۹۷/۱۷ میں موجود ہے اس میں پینتیس ۳۵ اوراق ہیں ہر صفحہ میں چوبیس ۲۴ سطریں ہیں۔ کہیں کہیں حواشی بھی درج ہیں۔

۱۔ اغصان الانساب رضی الدین محمود فتحپوری (مخطوطہ) فرنگی محل لکھنؤ: ۶۱

دونوں نسخوں کا خط نستعلیق ہے۔ تیسرا نسخہ بھی سبحان اللہ کلکشن کے ۴۲ر۲۹۷ کے تحت موجود ہے۔ اس میں چھیاسٹھ اوراق ہیں۔ ہر صفحہ میں چوبیس سطریں ہیں۔ یہ بھی بخط نستعلیق ہے لیکن ایسا بدخط ہے کہ پڑھنا مشکل ہے۔ نسخہ کی کتابت ۱۷ ربیع الاول ۱۲۰۲ھ میں مکمل ہوئی جیسا کہ درج ذیل تحریر سے ظاہر ہے:

قد وقع الفراغ من تسوید هذا الکتاب
فی یوم الاحد من سبعة عشر ربیع الاول
سنة الف و مائتین و اثنان الهجرة
المقدسة۔

ان تینوں نسخوں میں دیباچہ بھی نہیں ہے جس کی بنا پر کسی تمہید کا پتہ نہیں چلتا ہے۔

نسخہ سبحان اللہ کلکشن ۴۲ر۲۹۷ کی ابتدا ملاحظہ ہو:

رب یسر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وتمم بالخیر
قال الشارح هو انسان آه ۔ اقول المعرف
باللام هو المطلق مع التخصیص الحاصل من
قبل اللام نهو عارضی لا یمنع الاطلاق
فالمرجع هو المطلق المذکور صریحاً
والتعریف باللام والانتشار ۔ المفاد
من التنوین من عوارضه کما حقق
بعض المحققین و القول لجعل المطلق
علی الفرد الکامل علی المجاز حتی ینتفی
الاطلاق الذی من صفات المعانی

ولذا قال علماء التعريف مثل الرجل
ليس بكلمة تنظر الى تمه والعشوان
كان في اللفظ يشابه المفرد فهناك كلمتان
واتنابه احدهما على الاطلاق والاخر
على التقييد العارضي والتعريف قد يكون
اسميا وقد يكون لفظيا وهذا اتحملنا
ولا بأس في اخذ الانواع في تعريف
الاصناف والتخصيص بالانسان
لعدم ثبوت نبوة الملك والاتفاق
على نفي النبوة عن الجان والقول
بنبوة مريم مرجوح فايثاره على الرجل
لانهما سيان في المفاد الخ

ملا صاحب موصوف نے جابجا اعتراضات بھی کیے ہیں اور عقلی و نقلی دلائل پیش کرکے اپنے اعتراضات کو مستحکم اور مدلل کیا ہے۔ رسالہ مذکورہ سے جہاں اُن کی قوت فکر و استدلال کا پتہ چلتا ہے وہاں اُن کے اسلوب کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

رسالہ کی آخری عبارت اس طرح ہے:

"فثبت أن العلم قبل وجود عين المعلوم ممكن
والقدر الضروري - الحمد لله على ...... هو
وجود امر مختص بتلك الخصوصية ولعل
ذاته تعالى كافية لتلك الخصوصية۔
الحمد لله على الإتمام والصلوة والسلام

علی محمد و آلہ الکرام۔

قد تمت ھذہ الحاشیۃ المرتبۃ علی الشرح العقائد الجلالیہ، صنفہا المولی العالم المحقق و الحبر المدقق کمال الملۃ و الدین السہالوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔"

کتبہ العبد المذنب محمد سعید ۱۲۱۸ھ

۲۔ ملا محمد مبین فرنگی محلی

ملا محمد مُبین بن ملا محب اللہ بن احمد عبدالحق بن ملا محمد سعید پسر دوم ملا قطب الدین شہید سہالوی، ملا نظام الدین سہالوی کے وصال سے چار سال قبل ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۵ء پیدا ہوئے۔ ملا محمد حسن فرنگی محلی ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء سے اکتساب کیا۔ ایک طویل عرصہ تک ان سے استفادہ کیا اور اپنے معاصرین میں ایک بلند علمی مقام پیدا کیا۔ حسب دستور فراغت درس کے بعد تدریس و افادہ کی بساط بچھائی اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ شروع کیا۔

منطق میں "سلم العلوم" کی ایک بسیط شرح لکھی جو علماء و فضلاء کے حلقوں میں "شرح سلم العلوم لملا مبین" کے نام سے مشہور و مقبول ہوئی۔ اصول فقہ میں "مسلم الثبوت" کی شرح لکھی۔ "میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال، شرح ہدایۃ الحکمۃ لملا صدر الدین شیرازی" اور "میر زاہد شرح المواقف" پر گراں قدر حواشی و شروح کے علاوہ دیگر رسائل اپنی یادگار چھوڑے۔

۲۲ ربیع الآخر ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کو لکھنؤ میں وفات پائی اور باغ مولوی انوار الحق

میں مدفون ہوئے[1]

"المواقف" قاضی عضد الدین الایجی (۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء) کی مشہور تصنیف ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اس میں درج ذیل چھ موقف ہیں:

۱۔ علم، حقیقت وغیرہ (Epistemology)

۲۔ امور عامہ، وجود، عدم، قدم، حدوث، علت ومعلول وغیرہ (Ontology)

۳۔ اعراض (Property)

۴۔ اجسام، فلکی وارضی

۵۔ الٰہیات۔ باری تعالیٰ، صفات وافعال کی بحث

۶۔ سمعیات۔ نبوت، معاد، امامت کے مباحث

"شرح المواقف" پر میر زاہد ہروی کے حاشیہ پر ملا مبین نے حاشیہ لکھا "الحاشیۃ علی الحاشیۃ الزاہدیۃ المعلقۃ علی شرح المواقف" کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی کلکشن عربیہ مذہب (۷۳) میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ ایک سو ستر اوراق پر مشتمل ہے، ہر صفحہ میں تیئیس سطریں ہیں۔ خط نستعلیق ہے میر زاہد کی عبارت "قولہ" اور اپنی عبارت "قال" سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے۔ ابواب کی تفصیل نہیں ہے لیکن میر زاہد کے اقوال کی اسی طرح پورے نسخہ میں تشریح وتوضیح کی ہے۔

نسخہ کی ابتدا اس طرح ہے:

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین۔ قولہ انت تعلم آہ۔

۱۔ نزہۃ الخواطر ۷: ۴۰۳۔۴۰۴؛ تذکرہ علمائے ہند: ۲۱۱۔۲۱۲؛ بانی درس نظامی۔ مفتی محمد رضا انصاری لکھنوی ص ۱۳۸۰۔

من ايراد الكلام على هذا النهج الايراد مع ان مقصد المحقق توجيه كلام صاحب المواقف وتوضيح مراده، فهذا الكلام ليس على ظاهره بيانه ان صاحب المواقف عرف الامور العامة بقوله مالا يختص بقسم من أقسام الموجود التي هي الواجب والجوهر والعرض فإمّا ان يشمل الأقسام الثلاثة كالوجود فانه يشمل الثلاثة إذ يقال لكل واحد منها أنه موجود أو يشمل الإثنين منها كالامكان الخاص الخ"

آخری عبارت یہ ہے :

هذا ما تيسر بفضل رب العلمين للعبد العاصي المسكين المدعو بمحمد مبين تجاوز الله عن سيئاته يوم الدين في حل مغلقات الحاشية الزاهدية المعلقة على شرح المواقف في العقائد الدينية، والله الموفق للاختتام وعليه التوكل وبه الاعتصام هذه الرسالة بلطف خاتم الرسالة۔